Al-Raqīm (Research Journal of Islamic Studies)
ISSN: 3006-2225 (Print), 3006-2233 (Online)
Volume 03, Issue 01, January-June 2025.
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/alraqim/index
Publisher: Department of Islamic Studies, The Islāmia University of Bahāwalpur, Raḥīm Yār Khān Campus, Pakistan
Email: editor.alraqim@iub.edu.pk

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں داعی کے اوصاف اور عصرِ حاضر میں ان کی عملی جہات

Attributes of a Dāʿī in the Light of Islamic Teachings and Their Practical Dimensions in the Contemporary Era

Hafiz Tayyab Saleem
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Okara, Okara ،Pakistan
Email: tayyabsaleem79@gmail.com

Dr. Ahsan Ul Haq **(Corresponding Author)**
Assistant Professor (Visiting), Department of Islamic Studies, University of Okara, Okara, Pakistan
Email: ahsanulhaqest@gmail.com

Abstract :
The role of a Dāʿī (Islamic preacher or inviter to Islam) has always been central to the spread and understanding of Islam. Rooted in the teachings of the Qur'an, the Sunnah of the Prophet Muhammad ﷺ, and the legacy of the rightly guided scholars, the mission of a Dāʿī is not merely to convey information but to transform hearts and societies through wisdom, character, and relevance. This research explores the essential attributes of a Dāʿī as derived from Islamic sources, emphasizing qualities such as sincerity (ikhlās), patience (ṣabr), wisdom (ḥikmah), compassion, eloquence, and moral integrity. These traits are not only foundational for effective communication but also serve as a bridge between Islamic values and the complex realities of the modern world.

In today's rapidly evolving socio-cultural landscape, a Dāʿī faces unique challenges—secularism, pluralism, media influence, and youth disengagement—necessitating a nuanced and contextual approach to Daʿwah. This study analyzes how the classical traits of a Dāʿī can be practically applied in contemporary contexts, including digital media, interfaith dialogue, academic institutions, and multicultural societies. Through a qualitative approach, the research draws upon classical texts, modern scholarly discourse, and real-world case studies to propose a balanced framework for Daʿwah in the 21st century.

Ultimately, the study aims to highlight how the timeless principles of Islamic Daʿwah, when combined with contextual awareness and strategic insight, can effectively guide Muslims in fulfilling their prophetic responsibility in the modern world.

Keywords: *Daʿwah, Attributes of a Dāʿī, Prophetic Methodology, Contemporary Challenges, Wisdom (Ḥikmah).*

Al-Raqim Research Journal, Department of Islamic Studies, IUB, RYK Campus is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

دعوتِ دین کا مفہوم اور اہمیت

دعوت "کا لفظ دَعا - یَدعُو سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں بلانا، پکارنا، یا کسی کو کسی چیز کی طرف مائل کرنا۔

اسلامی اصطلاح میں دعوتِ دین سے مراد لوگوں کو اللہ تعالیٰ ' کی طرف بلانا، انہیں اس کے دین کی تعلیم دینا، توحید، رسالت، آخرت اور شریعتِ اسلامی کی طرف رجوع کی ترغیب دینا، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا" ہے۔ یہ عمل محض زبانی تبلیغ تک محدود نہیں بلکہ دل، زبان، اور عمل تینوں ذرائع سے انجام پاتا ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد دعوتِ دین ہی تھا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾[1]

"ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔"

نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو دعوت سے معمور تھا۔ مکہ کی سختیوں سے لے کر مدینہ کے ریاستی نظام تک، آپ ﷺ نے مسلسل دعوتی کردار ادا کیا۔ دعوت دین صرف انبیاء کی ذمہ داری نہ تھی، بلکہ امتِ مسلمہ کے لیے بھی یہ فریضہ مقرر کیا گیا۔

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾[2]

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔"

دعوت دین انسانیت کو ہدایت، فلاح، امن، اور روحانی سکون کی طرف لے کر آتی ہے۔ الحاد، مادیت پرستی اور مذہبی بے حسی کے خلاف ایک پیغام ہے۔ آج کے دور میں انسان سائنسی ترقی کے باوجود روحانی و اخلاقی بحران میں مبتلا ہے۔ دعوتِ دین انسان کو اس کے اصل مقصدِ حیات سے جوڑتی ہے۔ میڈیا، انٹرنیٹ اور بین المذاہب مکالمہ کے ذریعے دعوتِ دین اب عالمی سطح پر اسلام کی مثبت تصویر پیش کرنے کا بہترین ذریعہ بن چکی ہے۔ امت مسلمہ کی بیداری، اتحاد اور اصلاح کے لیے دعوت ناگزیر ہے، کیونکہ یہ فکری اور عملی تبدیلی کا آغاز ہے۔ جب معاشرے میں اسلامی اقدار اور اخلاقیات کو عام کیا جاتا ہے تو امن، رواداری اور عدل کو فروغ ملتا ہے، جو کہ دعوت کا ایک عملی اثر ہے۔

داعی کے اخلاقی اوصاف: اسلام میں دعوت کا عمل نہ صرف علم اور بیان کا عمل ہے بلکہ اس میں داعی کے اخلاقی اوصاف کا بہت بڑا کردار ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت کی روشنی میں، دعوت دینے والے شخص کی شخصیت کے اخلاقی پہلو اس کے پیغام کی کامیابی کے لیے ضروری ہیں۔ ایک داعی کا کردار اس کے اخلاقی معیار کی عکاسی کرتا ہے اور وہی اس کی دعوت کے اثرات کو بڑھاتا ہے۔ ذیل میں داعی کے چند اہم اخلاقی اوصاف کی اہمیت کو واضح کیا جائے گا۔

اخلاص:

ایک داعی مسلم کی صفات میں سے سب سے اولین صفت اخلاص ہے۔ داعی جو کام کر رہا ہے اس سے مقصود رضائے الہی ہو، اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہو، اس کے علاوہ کسی اور کی رضا و خوشنودی مقصود نہ ہو، ہر حالت میں اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی ہو کہ میرے اس کام سے اللہ راضی ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى[3]

"اعمال کا مدار نیت پر ہی ہے، اور آدمی کے لیے وہی (اجر) ہے جس کی اس نے نیت کی۔"

نیت میں اگر اخلاص نہ ہو تو بڑے سے بڑا عمل بھی رائیگاں چلا جاتا ہے۔ اگر اس کی نیت اہل دنیا کو راضی کرنے کی ہے یا اپنے نفس کو خوش کرنے کی تو پھر اسے سمجھ لینا چاہئے کہ آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں یہ تو محض ایک دکھاوا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ جب آپ کوئی خطبہ دیتے یا کوئی تحریر لکھتے، اس کے متعلق دل میں غرور پیدا ہو جاتا تو بولتے بولتے چپ ہو جاتے اور تحریر پھاڑ دیتے اور فرماتے خدایا میں اپنے نفس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔[4]

علامہ سمرقندی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ کسی حکیم کا مقولہ ہے کہ ریاکاری کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اپنی تھیلی کو بجائے پیسوں کے کنکریوں سے بھر لیا ہو اس کو اس سے کوئی فائدہ نہیں سوائے اس کے کہ بھری تھیلی دیکھ کر لوگ اسے مالدار سمجھ لیں اس سے تھیلی والا کوئی حاجت پوری نہیں کر سکتا اسی طرح ریاکار کو دیکھنے والا تو ضرور نیک اور متقی سمجھے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان اعمال پر اسے کچھ ملنے والا نہیں[5]

عمل میں خلوص نہ ہو گا تو وہ ریاکاری ہے اور یہی شرک اصغر ہے جس سے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو اس طرح سے چھپائے جس طرح برائیوں کو چھپاتا ہے۔ اخلاص کی غایت یہ ہے کہ لوگوں کی طرف سے کی جانے والی تعریف کو پسند نہ کیا جائے۔

داعی اگر واقعی اس رفیع الشان کام کی اہمیت کو جانتا ہے تو اس دل میں خاکساری و شکر گزاری کے جذبات روز بروز زیادہ ہی ہوتے ہیں جو شخص واقعی دین کی طرف دعوت دینے والا ہے تو اس کے دل کے فخر کرنے اور اپنی اہمیت جتانے کی خواہش سے کیا تعلق اس کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ رب العالمین نے اسے اس قابل سمجھا کہ اس سے اپنے دین کی خدمت لے۔

داعی اسلام کو انتہائی بے غرض اور بے نفس ہونا چاہیے کہ اس کے دل میں ریاکاری کا خیال تک نہ جائے بلکہ وہ صرف اللہ کی رضا کا طالب ہو، وہ جو بھی کام کرے مقصود صرف یہی ہو کہ کسی کو کھانا کھلائے یا دعوت دین دے یا اپنی جان کا نظرانہ پیش کرے اللہ تعالیٰ ایسے مخلص بندوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾[6]

"اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایسے مومنین مخلصین بھی ہیں جو اپنی جان کو فروخت کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ نرمی کرنے والا ہے۔"

اسی طرح بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں، پیاسوں کو پانی پلاتے ہیں اور پھر بھی کہتے ہیں:

﴿إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا﴾[7]

"یہ جو ہم نے تم کو کھلایا ہے سو اس کا یہ بدلہ و احسان تم سے نہیں چاہتے یہ جو کچھ کیا محض اللہ تعالیٰ کے لئے تھا۔"

داعیان حق جب تک اس بات کو اپنے لئے لازم نہیں ٹھہرائیں گے کسی کامیابی کے قابل نہ ہو سکیں گے بلکہ اشاعت دین کا کام اس کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ داعی کے مخلص ہونے کا فائدہ سب سے زیادہ اس کی اپنی ذات کو ہے اللہ تعالیٰ مخلصین کی ایک جماعت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾[8]

"محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں، وہ آپس میں رحم دل ہیں تو ان کو دیکھے گا رکوع و سجود کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کی جستجو میں ہیں ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدے کے اثر سے ہے۔"

سیرت و کردار:

ایک داعی کے لیے اپنی سیرت و کردار کی درستگی نہایت ضروری ہے کیونکہ لوگ سب سے پہلے داعی کے عمل کو دیکھتے ہیں اگر عمل دعوت کے مطابق ہو گا تو اس کی دعوت کو قبول کریں گے وگرنہ اس کی دعوت کو ٹھکرا دیا جائے گا عمل ایک بے زبان تبلیغ ہے یعنی عمل خاموش تبلیغ ہے ایک داعی اپنے ظاہر و باطن کو درست رکھے گا تو بسا اوقات لوگوں کو زبان کے ذریعے یا تحریر کے ذریعے تبلیغ کی ضرورت کم ہو جائے گی اس کا عمل ہی لوگوں کے لیے واضح اور ناصح ہو گا اسی بنا پر قرون اولی کے لوگوں نے اپنی سیرت و کردار کی طرف زیادہ توجہ دی لوگ ان کی عملی زندگی کو دیکھ کر ایسے گرویدہ ہوئے کہ خود بخود اسلام کی طرف کھینچے چلے آئے آخر کار صرف تیئس سالہ نبوی دور میں حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش کا مجمع اپنے نبی کے فرمودات کو سمیٹنے کے لیے ہمہ تن گوش کھڑا تھا۔ دس سال کے قلیل عرصہ میں دس لاکھ مربع میل کی حکومت کو زیر نگین کر لیا۔ اصل وجہ یہ تھی کہ وہ جو کہتے تھے اس پر عمل پیرا بھی ہوتے تھے ان کے قول و فعل، ظاہر و باطن میں کوئی تضاد نہ تھا۔ نبی ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا تو سب سے پہلے اپنی سیرت سے متعلق لوگوں سے سوال کیا، لوگوں نے صداقت و شرافت کی یقین دہانی کرائی تو آپ نے دعوت کا کام شروع کیا ایک داعی کی زندگی میں آپ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"علماء سوء کے بارے میں علماء سوء خود تو جنت کے دروازے پر بیٹھ کر لوگوں کو اپنی باتوں کے ذریعے جنت کی طرف بلا رہے ہیں اعمال اور افعال بد کے ذریعے جہنم کی طرف جب کبھی ان کے اقوال لوگوں سے کہتے ہیں ھلموا جنت کی طرف آؤ تو ان کے افعال کہتے ہیں لاتسمعوا منھم ان کی کسی بات کو نہ سنو اگر یہ جس کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ حق ہوتا تو پھر یہ سب سے پہلے اسے خود قبول کرتے اوپر سے یہ دعوت دیتے ہیں لیکن حقیقت میں اس کے راستے سے لوگوں کو دور کرنے والے ہیں۔"[9]

اگر وہ واقعتاً حقیقت کی طرف دعوت دینے والے ہیں تو خود اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ ایک داعی کی زندگی کا پاک صاف ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کی بات کا سب سے پہلا مخاطب وہ خود ہوتا ہے خود اپنے بات کو اپنی زندگی میں نافذ نہیں کرتا ہے تو کیا فائدہ۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

يُؤْتَى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُلْقَى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُ بَطْنِهِ، فَيَدُورُ بِهَا كَمَا يَدُورُ الْحِمَارُ بِالرَّحَى، فَيَجْتَمِعُ إِلَيْهِ أَهْلُ النَّارِ، فَيَقُولُونَ: يَا فُلَانُ مَا لَكَ ؟ أَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَتَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ ؟ فَيَقُولُ: بَلَى، قَدْ كُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ، وَأَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ [10]

"قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور آگ میں اس کے پیٹ کی انتڑیاں باہر آجائیں گی اور وہ ان کے گرد اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے اس پر دوزخی جمع ہو کر کہیں گے کہ اے شخص کیا تو نیکی کا حکم نہیں کرتا تھا اور برائی سے منع نہیں کرتا تھا وہ جواب دے گا ہاں لیکن لوگوں کو نیکی کا حکم کرتا تھا لیکن خود عمل نہیں کرتا تھا انہیں برائیوں سے روکتا تھا لیکن خود برائیوں سے نہیں رکتا تھا۔"

خود قرآن نے اعلان کیا ہے:

﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾[11]

"کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔"

علامہ عبد الحمید الملالی نے داعی کی سیرت و کردار کی اصلاح کے حوالے سے چند شروط کا بھی تذکرہ کیا ہے، لکھتے ہیں:

"ایک داعی اپنی بات پر ایمان لانے والا خود ہو یعنی اپنی سوچ و فکر پر یقین ہو کہ یہ کام درست ہے پھر اس کا یہ ایمان اسے عمل کی طرف راغب کرے گا پھر دوسرے لوگ اس بات پر ایمان لانے والے اور قبول کرنے والے ہوں گے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو یہ صرف خالی خولی لفظی بات رہ جائے گی جو کہ روح اور زندگی سے خالی ہوگی پھر لوگ بھی اس کی بات کا اثر قبول نہیں کریں گے۔"[12]

داعی احادیث کو بیان و نقل کرنے میں پختگی کا مظاہرہ کرے اور اس طرح ایک داعی کے لیے تو مباحات سے بچنا بھی ضروری ہے۔ اپنے رتبے پر مضبوط اور ڈٹ جانے سے عارف (صحیح پہچان والا) بعض مباح چیزوں کو بھی چھوڑ دیتا ہے اور وہ بسا اوقات حلال و حرام کے مابین ہوتی ہیں۔ اسی طرح ایک داعی کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا بھی ضروری ہے کہیں وہ ایسے امور میں ملوث تو نہیں جو اس کے لائق نہ ہو، حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔

مرحمت ومواسات:

ایک داعی کے دل میں جب تک اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بارے میں رحم اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا نہ ہوگا تو وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکے گا انسانوں سے ہمدردی ہو حیوانوں جانوروں سے بھی رحم کرنے والا ہو تب وہ لوگوں کی تنگی و ترشی پر غمگین ہو گا اور ان کے لیے خیر خواہی کا کام کرے گا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور نبی کریم ﷺ اپنی امت سے پتھر کھا کر بھی ان کی ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔ جب لوگ اگر آپ کی تصدیق نہ کرتے اور ایمان نہ لاتے تو آپ ﷺ پریشان ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾[13]

"پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اس رنج میں اپنی جان کو ہلاک کر ڈالیں گے۔"

یہی معاملہ جب تک ایک داعی کا نہیں ہو جاتا وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ نبی کریم ﷺ کو جب نبوت ملی تو گھر میں گھبر ائے ہوئے آے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے ان الفاظ سے آپ کی ڈھارس بندھائی۔

كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ[14]

"آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔۔"

یعنی تمام چیزیں کہ آپ غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں، مہمان نواز ہیں اور بے کسوں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں۔ یہ سب لوگوں کی خیر خواہی اور بھلائی کے جذبے کے تحت تھا۔ اسی طرح اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ جو تجھ سے قطع رحمی کرے تو اس سے صلہ رحمی کر اور جو تجھے دینے سے انکار کر دے تو اسے دے اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر دے۔ اس لیے ایک داعی کو نرم مزاج اور با اخلاق ہونا چاہیے۔

حکمت و دانائی:

قرآن حکیم نے ایک داعی کو آداب سکھلاتے ہوئے ایک بڑی بنیادی شرط یہ بھی لگائی ہے کہ وہ حکیم اور دانا ہو حکمت اور دانائی سے جو مسائل حل ہو سکتے ہیں وہ بڑی بڑی کتب پڑھنے سے بھی بعض اوقات حل نہیں ہو سکتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ 15

"اے نبی اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت و حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے سے جو بہترین ہو"

ایک داعی کے لیے ضابطہ بنا دیا کہ حکمت و دانشمندی سے اپنی دعوت لوگوں کے سامنے رکھے حکمت بہت وسیع مفہوم رکھتی ہے اس میں سب سے پہلے ایک داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مخاطبین و سامعین کا لحاظ رکھے اگر وہ اہل علم ہیں تو ان سے علمی گفتگو کرے اگر وہ جاہل ہیں تو پھر عام اور سادہ زبان استعمال کرے اسی طرح شہری، دیہاتی لوگوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دعوت دے۔ ہر قسم کی شعبے اور طبقے کو سامنے رکھ کر بات کرے حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگوں سے وہی حدیث بیان کرو جسے وہ سمجھ سکیں کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کی جائے۔ اسی طرح ایک داعی کو کو موقع شناس بھی ہونا چاہیے کہ دعوت دینا موقع محل ہے بھی یا نہیں ایک داعی کے لیے کسی بھی لمحے حکمت و دانائی سے کنارہ کشی نہیں کرنی چاہیے۔

صبر و استقامت:

"صبر "کا لغوی معنی ہے: روکنا، تھامنا، برداشت کرنا۔ شرعی اصطلاح میں صبر اللہ کی رضا کے لیے تکلیف، مصیبت، یا ناپسندیدہ حالات پر ضبط اور شکوہ سے بچنا، اور نیکی کے راستے پر ثابت قدم رہنا۔ "استقامت "کا مطلب ہے کہ سیدھے راستے پر قائم رہنا، مستقل مزاجی سے دین پر ڈٹے رہنا، اور حالات جیسے بھی ہوں، دینِ حق سے انحراف نہ کرنا۔ قرآن و سنت میں

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾[16]

"بیشک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔"

نبی کریم ﷺ نے تیرہ سال مکہ میں ظلم و ستم برداشت کیے، طائف کی وادی میں پتھر کھائے، شعبِ ابی طالب میں تین سال تک محصور رہے، مگر صبر اور استقامت کے دامن کو کبھی نہیں چھوڑا۔ داعی کو ہر دور میں مخالفت، تمسخر، اور طعن و تشنیع کا سامنا ہوتا ہے۔ صبر ہی وہ قوت ہے جو اسے حوصلہ عطا کرتی ہے۔ دعوتی عمل کا پھل فوراً ظاہر نہیں ہوتا۔ داعی کو استقامت کے ساتھ مسلسل محنت کرنی پڑتی ہے، جیسے نبی ﷺ نے مکہ کے طویل دور میں کیا۔

جب داعی کو سماجی، سیاسی، یا معاشی مشکلات لاحق ہوں، تو وہ صبر اور استقامت کے ذریعے ہی دعوت کا فریضہ جاری رکھ سکتا ہے۔ بعض اوقات مخاطبین کا رویہ سخت، مزاحمت آمیز یا بے ادبانہ ہو سکتا ہے، لیکن داعی کا کام ردعمل میں غصہ نہیں بلکہ صبر سے جواب دینا ہے۔ اللہ کی مدد نازل ہوتی ہے۔ دل کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ دوسروں کے دلوں میں داعی کی عزت اور اثر پیدا ہوتا ہے۔ دعوت کا پیغام دیرپا اور مؤثر ہوتا ہے۔ دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

کوئی بھی داعی جب دین کی دعوت دیتا ہے تو اس کے راستے میں مصائب و مشکلات اور ابتلاء و آزمائش کا آنا لازمی بات اور پھر اگر کسی مبلغ میں ڈٹ جانے کا حوصلہ ہے تو وہ اس میدان میں کامیاب ہو گیا ورنہ اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اس کام میں مکمل کامیاب نہ ہو سکے گا اور یہ راستہ پر خطر راستہ ہے اس میں ذہنی آزمائش ہو گی مالی اور جسمانی بھی لیکن ایک حقیقی داعی ایسے موقع پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے اور اپنے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہیں ہونے دیتا تو اگر ایک داعی پر ایسے حالات آئیں وہ نبی کریم ﷺ، آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھا تابعین، تبع تابعین، محدثین آئمہ عظام اور سلف کے نظریے کو سامنے رکھے کہ کس طرح انہوں نے ان آزمائشوں کا مقابلہ کیا اپنے اندر صبر واستقامت کو جگہ دے۔

ایک داعی کو اس میدان میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنے والا ہی کامیاب و کامران ہوتا ہے۔

ایثار و قربانی:

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں سے ایثار و قربانی کا مطالبہ کرتا ہے اور قربانی بھی اس چیز کی جو انسان کو سب سے محبوب ہوتی ہے یا تو وہ جان کی قربانی مانگتا ہے یا مال کی اس لیے کہ اسلام پھیلا ہی قربانیوں کے ذریعے ہے اور اتنی دیر تک پھیلتا پھولتا رہے گا جب تک اس کے ماننے والوں میں ایثار و قربانی کا جذبہ باقی رہے گا ایک داعی دین میں اس صفت کا پایا جانا انتہائی ضروری ہے۔

ایسے ہی داعیان اسلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾[17]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں سے ان کی جان اور ان کے مالوں کو خرید لیا ہے اس کے بدلے ان کے لیے جنت ہے۔"

جب ایک داعی اپنے مالک و مولا سے یہ بیع کر چکا ہے تو پھر اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کی راہ میں لٹانے کے لیے موقع تلاش کرنا چاہیے اور منتظر رہنا چاہیے کہ کب میرا رب مجھے قبول کرتا ہے، اس لیے تو قرآن داعیان حق کے متعلق کہتا ہے:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾[18]

"اور وہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو۔"

دعوت کے میدان ایثار و قربانی میں کس قدر ضرورت ہے؟ اس کی اہمیت کو مولانا سلطان احمد اصلاحی کی تحریر سے سمجھیں۔ وہ لکھتے ہیں لیکن آج بھی جو لوگ صحیح معنوں میں دین کے راستے پر چلنا چاہتے ہیں راہ خدا میں ان کے لیے ان قربانیوں کو پیش کیے بغیر چارہ نہیں اسلام کی صحیح مخلصانہ پیروی آج بھی اپنے ماننے والوں سے گھر بار رشتہ و تعلق یہاں تک کہ جان و مال کی قربانی کا مطالبہ کرتی ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں میں امت مسلمہ جن مسائل و مشکلات سے دوچار ہے کون کہہ سکتا ہے اور انہیں حل کیا جا سکتا ہے۔

داعی مسلم کو ہمہ وقت اس جذبے سے سرشار رہنا چاہیے تاکہ موقع آنے پر اپنے رب کی رضامندی کو حاصل کر سکے اور اپنے مسلمان اور غیر مسلم اقوام کے حق کے یعنی دعوت دین سے ان کو آگاہ کرتا رہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مسلسل جدوجہد:

دعوت دین میں داعیان حق پر یہ خصوصی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مسلسل جدوجہد سے کام لیں اور اس کو آگے مزید وسعت دیں اس لیے کہ اگر یہ کام کہیں امت میں ختم ہو جائے تو پھر تباہی و بربادی اور لعنت ذلت اس قوم کا مقدر بن جاتی ہے۔

امت مسلمہ کا یہی تو ایک امتیاز ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو اچھے کاموں کی طرف بلاتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور یہ اس امت کے لیے فرض بھی ہے کیونکہ قران خود کہتا ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾[19]

ایک داعی کو اس کی فکر ہونی چاہیے کہ معاشرہ کہیں بگڑ نہ جائے اور پھر دن رات اسی میں لگا دے کہ لوگوں کی اصلاح کیسی کرنی چاہیے برائی کو کیسے ختم کرنا ہے اچھائی اور نیکی کو کیسے فروغ دینا ہے صحیح مسلم کی حدیث ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَذَلِكَ [20]

"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر (قائم رہتے ہوئے) غالب رہے گا، جو شخص بھی ان کی حمایت سے دستبردار ہو گا وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ اسی طرح ہوں گے۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾[21]

وہ لوگ جنہوں نے آپس میں حق بات کی تلقین کی اور صبر کی نصیحت کی۔ اس سورہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نقصان اور خسارے سے ان لوگوں کو بری کیا ہے جو حق بات کی تلقین کرنے والے ہیں۔ معلوم ہوا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بغیر خسارے سے بچنا ممکن نہیں اور آج کے معاشرے میں تو اس چیز کی بہت ضرورت ہے ایک داعی کو اس امر میں کبھی کوتاہی سے کام نہیں لینا چاہیے۔

عالم باعمل:

ایک داعی مسلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس دین کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہا ہے خود اس پر عامل ہو.

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ﴾[22]

"کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔"

داعی کے طبعی اوصاف:

انسانی مزاج وخیالات بدلتے رہتے ہیں چنانچہ داعی بدلتے ہوئے حالات کا بغور جائزہ لیتا رہے اور سازگار فضا وماحول میں دین کی دعوت پیش کرے آج کل دنیا جدت پسندی کی دوڑ میں میں لگی ہوئی ہے نئے نئے خیالات وافکار پھر ان کا منظم انداز میں نشر و پھیلاؤ جیسا کہ الیکٹرانک میڈیا، ویب سائٹس، کمپیوٹرز کا استعمال، موبائل سے پیغام کی نشریات، کالم نگاری، اخبارات، رسائل ومجلات کے ذریعے ٹی وی، ویڈیو اور سی ڈی کے ذریعے کفر وباطل، شرک وبدعت گمراہ کن پروپیگنڈا، فحاشی وعریانی کو پھیلایا جارہا ہے اس کے سد باب کے لیے اس کا متبادل رستہ اختیار کرنا چاہیے کالم نگاری، ویب سائٹ اور سی ڈی کے ذریعے اچھے اچھے دینی اصلاحی پیغام دعوت نشر کریں ، پھیلائیں اگر کفر اور باطل نظریات جدید طریقہ واردات پر داعی نظر نہ رکھے گا بے خبر رہے گا تو وہ ان برائیوں فحاشی وعریانی، غلط نظریات کی تردید، روک تھام کیسے کر سکے گا عوام الناس کو اس سے کیسے باخبر کرے گا جبکہ اس کو خود اس بارے میں معلوم ہی نہیں جیسے آج کل جدید سے جدید تر بینکاری، سودی نظام، کسٹمر سسٹم، بیوروکریسی وغیرہ تمام تر نظام معیشت کے بارے، جدید طرز سے واقفیت ہی نہ ہو گی تو اس میں حلال وحرام کی تمیز، اس سے بچنے کی تلقین کیسے کر سکے گا جبکہ وہ خود اس سے لاعلم ہے کہ اس میں علل وخرابیاں کیا ہیں لہٰذا بدلتے ہوئے حالات پر داعی کو نگاہ رکھنا بے حد ضروری ہے اس طرح ہر وقت اٹھتے بیٹھتے داعی نہیں بننا چاہیے کیونکہ اس میں فائدے کی بجائے نقصان ہے اس لیے موقع محل کے لحاظ سے دعوت پیش کی جائے۔

ایک داعی کو عصری علوم سے بھی واقف ہونا چاہیے کیونکہ تمام عصری علوم اسلام کی حقانیت کے دلائل وبراہین پیش کرتے ہیں جدید دور میں پیدا ہونے والے نئے نئے مسائل میں مسلمانوں کی درست راہنمائی کے لیے عصری علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ عصر حاضر کے پڑھے لکھے طبقہ میں بھی انہی کے تخاطب کے لحاظ سے دعوت پیش کی جا سکے اس سے نئے نئے پیدا ہونے والے فرقے، گروہ، باطل عقائد و نظریات کی تردید اسی وقت ممکن ہو گی جب ان کے ہم پلہ زبان علوم وفنون پر عبور ہو گا اس سے ان کے نظریات اور طریقہ واردات کو سمجھنے میں بھی آسانی ہو گی جس سے داعی احسن اسلوب میں رد کر کے اسلام کی حقانیت کو پیش کر سکے گا۔

فکر آخرت:

ایک داعی کے اندر جتنی فکر آخرت ہو گی وہ اتنا ہی تندہی سے کام کرے گا جب ایک داعی کو پتہ ہو گا کہ میں نے اس زندگی کے بارے میں کل کو مالک حقیقی کے سامنے جواب بھی دینا ہے تو وہ ضرور اس دعوت دین کو پھیلانے میں زیادہ دلجمعی اور دلچسپی سے کام کرے گا اگر کسی کو مرنے کا یقین ہو جائے تو وہ سارے کاموں پر اپنی اور معاشرے کی اصلاح کو ترجیح دے گا ایک داعی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب و پکڑ سے ڈرتا ہے چنانچہ وہ خود بھی اس دین پر عمل کرے گا اور دوسروں کو بھی دعوت دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾[23]

"اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ"

انسان جب اس آگ سے ڈر جاتا ہے اور بچنے کی کوشش کرتا ہے تو اگلا لمحہ یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس آگ سے بچنے کی تلقین کرتا ہے چنانچہ انسان تیاری کرتا ہے ایک داعی مسلم اس دنیا سے بے رغبتی کرنے والا اور آخرت کی فکر کرنے والا ہوتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ[24]

"دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔"

آخرت کی فکر کو اپنے اندر اجاگر کرنے کے لیے اس شہر خاموشاں کا چکر لگانا چاہیے جہاں اندھیری کوٹھڑیوں میں تنہا انسان پڑے ہوئے ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں جب انسان کے ذہن میں بات آجائے کہ منزل بھی یہی ہے باقی سب کچھ عارضی ہے چند لمحوں کے لیے ہے۔ کما یقول اللہ تعالیٰ:

﴿وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾[25]

"اور بہتر اور باقی رہنے والا آخرت کا گھر ہے۔"

تو پھر انسان اسی آخرت کے گھر کی فکر میں لگ جاتا ہے تب ہی داعی مسلم اپنی دعوت کے پھیلانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

مخاطبین کی معرفت:

داعی کو اپنے مخاطب لوگوں کے حال و احوال سے واقف ہونا چاہیے ان کے نظریات و خیالات اور ان کے افکار و عقائد سے بخوبی آگاہ ہونا چاہیے تاکہ اس کی تمام گفتگو مخاطب مناسب حال ہو سکے اگر پڑھا لکھا طبقہ ہے تو محققانہ اور مدلانہ اسلوب میں جامع انداز میں گفتگو کرے اگر ان پڑھ اور جاہل لوگ ہیں تو عام سادہ فہم میں قرآن و حدیث کی دعوت کو سادہ انداز میں پیش کرے تاکہ وہ داعی کے مفہوم و مقصد کو سمجھ سکیں پھر ان کی زبان کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے یہ نہ ہو کہ داعی اپنی زبان میں گفتگو کرے اور وہ سامعین اس کی بات کو اچھی طرح سمجھ نہ سکیں اسی طرح بعض اوقات الٹا نقصان بھی ہو جاتا ہے اور لہذا ان کے حال کے مطابق مخاطب کریں تبھی ممکن ہے جب ان کی معرفت ہو گی۔

تعلق باللہ وتوکل علی اللہ:

جتنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہو گا اتنی ہی دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے گی اور جب محبت بڑھے گی تو پھر اپنے محبوب سے لو لگانے کا لطف آئے گا ایک داعی کو یہ تصور ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت میرے ساتھ ہے وہ بے وفائی نہیں کرتا وہ مشکلوں میں ساتھ چھوڑنے والا نہیں اسی لیے تو جب حضرت موسیٰ کو اس بات کا یقین ہو گیا تو پھر کبھی بھی پاؤں میں ڈگمگاہٹ پیدا نہیں ہوئی فرعون کی فوجیں سامنے دریا کے موجیں لیکن توکل واعتماد کا اندازہ لگائیں۔

﴿قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾[26]

"موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہر گز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے جو ضرور مجھے راہ دکھائے گا۔"

سید قطب شہید رحمۃ اللہ اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

"کلا فی شدۃ و توکید کلا لن تکون مدرکین کلا لن نکون ھالکین کلا لن نکون ضائعین کلا ان معی ربی سیھدین بھذا الجزم والتاکید والغیق وفی لحظۃ الآخرۃ ینشق اشعاع فی لیل الیاسی والقرب وینفتح طریق النجاۃ من حیث لا یحتسبون"[27]

"کلا کا لفظ شدت و تاکید کے لیے ہوتا ہے (تو یہ موسیٰ علیہ السلام کی ترجمانی ہے کہ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا) کہ ہر گز ہم پکڑے نہ جائیں گے ہر گز ہم ہلاک نہ کیے جائیں گے، ہر گز ہم فتنے میں ڈالے نہ جائیں گے اور ہر گز ہم ضائع نہ کیے جائیں گے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے یہ عزم ویقین اور اعتماد مشکل کی گھڑی میں ایک مینارہ نور بن کر، ناامیدی اور تکلیف والی حالت میں چمکتا ہے اور اسی طرف سے راہ کھل جاتی ہے جس کا وہ تصور بھی نہ کرتے ہیں۔"

حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ کی نصرت کا یقین ہو اپنی پوری کوشش صرف کر دی جائے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کر لیا جائے تو اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو گی تو ایک داعی کے لیے ضروری ہے کہ ہمہ وقت اپنا خالق ومالک سے تعلق رکھے اسی پر بھروسہ رکھے کیونکہ اسی توکل کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا فرمایا:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ﴾[28]

"آپ اللہ عزیز ورحیم پر توکل رکھیں۔"

جب نبی ﷺ کو یہ حکم ہے تو ان کے غلاموں، امتیوں کی کیا حیثیت ہے کہ وہ اس پر توکل نہ کریں دوسرا مقام پر اللہ نے ساری مخلوق کو یہی حکم دیا ہے

﴿فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾[29]

"پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیں کہ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔"

یعنی اگر یہ دنیا والے جو دنیا میں افرادی قوت کے مالک ہیں یہ سارے پلٹ جائیں پھر بھی گھبرانا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مالی قوتوں کا بھی مالک ہے اور افرادی قوتوں کا بھی تم اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد کی فضا بحال رکھو وہ تمہیں ہر چیز سے بے نیاز کر دے گا۔

باوقار انداز میں دعوت:

دعوت دینے کا انداز انتہائی باوقار ہو سر ہلا ہلا کر جھوم جھوم کر موسیقی کے سروں میں گانے بجانے کے انداز میں تقریر وخطاب کرنا کسی بھی داعی کے لیے مناسب نہیں۔ اسی طرح اندھا دھند زور لگا کر اور بڑھکوں کے انداز میں تقریر وخطاب سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ بڑھکوں اور بے ڈھنگی آواز کو قرآن نے گدھے کی آواز سے تشبیہ دے کر ناپسند کیا ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾[30]

"بے شک ناپسندیدہ آوازوں میں سے گدھے کی آواز ناپسندیدہ ہے۔"

اور پھر اشارے کنائے کے لیے دونوں بازو نہ کھڑے کیے جائیں نہ مکمل ایک بازو بلکہ آپ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو شہادت والی انگلی کو اٹھاتے تھے دوران تقریر اچھلنا کودنا بھی نہیں چاہیے جیسا کہ آج کل کے علماء کا شیوہ بن چکا ہے۔ ان کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

رفق ونرمی:

ایک مبلغ کے لیے شیریں بیاں اور اور نرم مزاجی کی بہت سخت ضرورت ہے۔ قرآن حکیم نے اپنے پیغمبروں کو ہدایت کی ہے کہ اپنے سب سے بڑے دشمن سے بھی نرم لہجے میں بات کریں فرعون جیسے سرکش سے بھی نرمی سے بات کی جائے۔ حکم ربانی ہے:

﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾[31]

"اس سے نرم گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا اللہ سے ڈر جائے۔"

نرم خوئی اور خوش اخلاقی ہی لوگوں کے دلوں کو جیت سکتی ہے۔ اس کے برعکس تند خوئی اپنوں کو بھی دور کرتی ہے نبی کریم ﷺ کی نرم خوئی ہی لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرتی تھی۔

رسول اکرم ﷺ نے بدمزاجی اور بدکلامی کی مذمت فرمائی اور خوش مزاجی، نرمی کی فضیلت بیان کی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ [32]

"اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی کی بنا پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو درشت مزاجی کی بنا پر عطا نہیں فرماتا، وہ اس کے علاوہ کسی بھی اور بات پر اتنا عطا نہیں فرماتا۔"

"نرمی کو لازم پکڑو سخت روئی سے بچو اور فحش سے بھی، نرمی کسی چیز میں داخل ہوتی ہے تو اسے مزین کر دیتی ہے اگر اسے نکال دیا جائے تو اس کو نقص والی اور عیب دار کر دیتی ہے۔"

رزائل اخلاق سے اجتناب:

دعوت میں مناظرے کی قباحتوں مثلاً غرور وتکبر، شہرت طلبی کا جذبہ، ریاکاری، ہر صورت میں اپنی برتری اور مخالفین کو پچھاڑنا، شکست دکھانے کا شوق وغیرہ سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔ اصلاحی پہلو، اچھے اخلاق، احسن اسلوب کو کبھی بھی نظر انداز نہ کیا جائے اگر مجادلہ کی صورت بھی ہو تو الجھنے جھگڑنے اور پچھاڑنے کی بجائے احسن اسلوب کو اپنایا جائے اور مجادلہ بھی اچھے اصلاحی انداز میں ہو۔ اپنے رب کے راستے (صراط مستقیم) کی طرف حکمت اور وعظ حسنہ کے ساتھ دعوت دی جائے اور ان سے اچھے انداز میں مجادلہ کریں اگر

درشت کلام، سخت مزاجی سے کام لیا جائے تو لوگ متنفر ہوں گے۔ وہ قریب آنے کی بجائے دور ہٹتے جائیں گے یہی بات اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو بتلائی کہ اس سے محتاط رہنا اور احسن رویہ کو اپنانا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾[33]

"اے پیغمبر ﷺ اگر آپ سخت دل ہوتے تو لوگ آپ سے دور ہٹ جاتے، عفو سے کام لیں، ان کے لیے استغفار کریں ان سے معاملات میں مشورہ لیں۔"

داعی کو چاہیے کہ رزائل اخلاق سے اجتناب کرے اگر سامعین مخالفین گالیاں بھی دیں برا بھلا کہیں تو سرکار دو عالم ﷺ کی زندگی و دعوت کو سامنے رکھے ان کی ایزاءوں کو اللہ کے سپرد کرتا جائے جیسے کہ آپ ﷺ کو ابو لہب نے دوران دعوت دین تبالک یا محمد کہا تو جواباً اللہ رب العزت نے مکمل سورہ لہب نازل فرمادی لیکن آپ ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا تھا اگر وہ گالیاں دینے پر بھی اتر آئیں، اکابرین و اسلاف کو برا بھلا کہیں تو بھی صبر سے کام لیں اسی طرح دعوت کامیاب ہو گی عوام الناس میں اچھا تاثر قائم ہو گا اگر ان کا جواب دینے لگو گے تو اپنے اصل مشن دعوت و تبلیغ سے دور ہٹ جاؤ گے غافل ہو جاؤ گے اور خود بھی مخالفین کو دعوت وقت ان کے محبوب و پسندیدہ اکابرین کو برا بھلا نہ کہا جائے اگرچہ وہ غلط تھے یعنی ان کے عقائد نظریات تو بھی اپنے مشن کو جاری رکھو۔

فرمان خداوندی ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[34]

"اگرچہ آپ باطل کو برا بھلا کہیں تو وہ حق کو جھٹلائیں اور برا بھلا کہیں گے تو یہ فعل اچھا نہیں ہے لہذا داعی کو ہر صورت صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے اچھے اخلاق و اسلوب کو اپناتے ہوئے اخلاق رزیلہ سے کلیاً اجتناب کرے۔"

خلاصہ بحث(Discussion Summary):

تحقیقی موضوع "اسلامی تعلیمات کی روشنی میں داعی کے اوصاف اور عصرِ حاضر میں ان کی عملی جہات" پر بحث کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی دعوت ایک جامع اور ہمہ گیر عمل ہے جو نبی کریم ﷺ کی سیرت و تعلیمات کی پیروی پر مبنی ہے۔ ایک داعی کی شخصیت میں جو اوصاف ضروری ہیں، وہ صرف اس کے علم و فہم تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس کی اخلاقی اور کردار کی خصوصیات بھی اس کے دعوتی اثر کو بڑھاتی ہیں۔

قرآن و سنت میں موجود اصولوں کی بنیاد پر ایک داعی کے لیے جو بنیادی صفات مرتب کی گئی ہیں، ان میں اخلاص، حکمت، صبر، نرمی و شفقت، اور مؤثر گفتار شامل ہیں۔ نبی ﷺ کی سیرت میں ہمیں یہ اوصاف بار بار دکھائی دیتے ہیں، خاص طور پر مختلف حالات اور پیچیدہ مسائل میں آپ ﷺ کی دعوتی حکمت عملی میں ان صفات کا اظہار واضح طور پر ہوتا ہے۔

عصرِ حاضر میں جب دنیا تیز رفتار تبدیلیوں سے گزر رہی ہے، داعی کے اوصاف کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنا ضروری ہو گیا ہے۔ سوشل میڈیا، بین المذاہب مکالمہ، اور کثیر ثقافتی معاشروں میں دعوتی پیغام کو مؤثر طریقے سے پہنچانے کے لیے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ داعی کا کردار نہ صرف علمی ہو بلکہ اس میں انسانیت اور اخلاقی بلند معیار بھی موجود ہو۔

اس تحقیق میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ جدید دور میں دعوت کے ذرائع کی نوعیت تبدیل ہو گئی ہے۔ ڈیجیٹل میڈیا اور انٹرنیٹ کے استعمال سے دعوت کا دائرہ وسیع ہو چکا ہے، لیکن اس کا کامیاب استعمال اس وقت ممکن ہے جب داعی ان جدید وسائل کو اس طریقے سے استعمال کرے کہ اس کے اخلاقی معیار اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کا تحفظ ہو۔

آخر کار، یہ تحقیق ایک دعوتی ماڈل کی تشکیل کی جانب اشارہ کرتی ہے جس میں داعی کی تربیت، اس کی صفات اور اس کی حکمت عملی کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جا سکے تاکہ اسلام کا پیغام مؤثر اور کامیاب طریقے سے دنیا تک پہنچ سکے۔

نتائج تحقیق:

- داعی کے اوصاف کی جامع فہرست قرآن، سنت، اور سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں سامنے آئی ہے، جو ہر دور کے مؤثر داعی کے لیے لازمی ہے۔ جیسے: اخلاص، حکمت، صبر، نرمی، اخلاق، فہم مخاطب، اور بصیرت۔
- دعوتی حکمت عملی میں سیرتِ نبوی ﷺ کی رہنمائی نبی کریم ﷺ کی دعوتی حکمت عملی ایک ماڈل کے طور پر سامنے آئی ہے، جس میں تدریج، حکمت، اور نرم گفتاری کو بنیادی مقام حاصل ہے۔
- عصرِ حاضر کے چیلنجز کی تشخیص جدید دور میں داعی کو درپیش چیلنجز، جیسے سوشل میڈیا کا غلط استعمال، مذہبی بے حسی، سیکولر افکار، اور الحاد کی شناخت معلوم ہوئی ہے۔
- اوصافِ داعی کی عصری تطبیق سے یہ واضح ہوا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ اوصاف، آج کے دعوتی میدان، مثلاً ڈیجیٹل پلیٹ فارم، بین المذاہب مکالمہ، اور نوجوان نسل سے رابطہ میں کس طرح نافذ کیے جا سکتے ہیں۔
- دعوت کے جدید ذرائع کا دینی دائرے میں انضمام تحقیق سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ جدید ٹیکنالوجی اور ابلاغی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے دعوت کے کام کو مؤثر اور وسیع بنایا جا سکتا ہے، بشرطیکہ داعی کے اندر تقویٰ اور حکمت ہو۔
- دعوتی تربیت کا ماڈل ایک ایسا دعوتی تربیتی ماڈل تجویز کیا جا سکتا ہے جو اوصافِ داعی کو جدید تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرتا ہو۔

سفارشات(Recommendations):

تحقیق کے دوران سامنے آنے والے نتائج کی بنیاد پر درج ذیل سفارشات پیش کی جا رہی ہیں، جو داعی کے اوصاف کی عصری تطبیق اور دعوتی عمل کی بہتری کے لیے اہم ثابت ہو سکتی ہیں:

- اسلامی دعوت کے اصولوں، اخلاقی و عملی صفات اور جدید دعوتی وسائل کی تعلیم دینے کے لیے تعلیمی اداروں میں مخصوص کورسز کا آغاز کیا جائے۔ ان کورسز میں نبی ﷺ کی سیرت کے ساتھ جدید معاشرتی مسائل، میڈیا اور بین المذاہب مکالمہ کی اہمیت کو شامل کیا جائے۔
- سوشل میڈیا کے موجودہ دور میں، داعی کو چاہئے کہ وہ اپنی دعوتی سرگرمیوں کو اخلاقی اصولوں اور حکمت کے ساتھ پیش کرے۔
- اسلام کی صحیح تصویر اور پیغام کو موثر طریقے سے نشر کرنے کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال کیا جائے۔ اس میں منفی مواد کے جواب میں مثبت اور فہمی پر مبنی مواد کا اشتراک ضروری ہے۔

- بین المذاہب مکالمہ اور مختلف ثقافتوں کے درمیان دعوتی تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے داعی کو اس بات کی تربیت دی جائے کہ وہ مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے ساتھ عزت واحترام پر مبنی گفتگو کرے۔ اس سے اسلام کے پیغام کی بہتر تفہیم اور پھیلاؤ ممکن ہو گا۔
- دعوتی مواد کی تیاری میں جدید تحقیق، سادہ زبان، اور معیاری گرافکس کا استعمال کیا جائے تاکہ مختلف طبقوں تک مؤثر طریقے سے پہنچا جا سکے۔ دعوتی مواد میں تخلیقی پہلوؤں کو بھی شامل کیا جائے تاکہ نیا پیغام زیادہ دلچسپ اور قابلِ قبول ہو۔
- دعوتی عمل میں اخلاقی صفات جیسے صبر، درگزر، عفو، اور حکمت کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ داعی کا کردار اس کی شخصیت اور اخلاقی معیار کی بنیاد پر ہی مؤثر ہوتا ہے۔ اس لیے تربیت کے دوران اخلاقی اصولوں پر خصوصی توجہ دی جائے تاکہ داعی کا کردار زیادہ مؤثر ہو۔
- نوجوان نسل کی جدید چیلنجز سے ہم آہنگ تربیت اور رہنمائی کے لیے ایک مخصوص حکمت عملی تیار کی جائے۔ انٹرنیٹ، موبائل ایپلیکیشنز، اور دیگر جدید ٹیکنالوجیز کو دعوت کے لیے استعمال کیا جائے تاکہ نوجوانوں تک دین کا پیغام مؤثر طریقے سے پہنچ سکے۔
- اسلامی دعوتی اداروں کی تعداد بڑھائی جائے اور ان کی فعالیت کا تجزیہ کیا جائے تاکہ انہیں جدید دور کی ضروریات کے مطابق بہتر بنایا جا سکے۔ یہ ادارے داعی کی تربیت اور دعوتی پیغام کو سسٹماتک انداز میں پھیلانے میں مددگار ثابت ہوں گے۔
- جدید ٹیکنالوجی، خاص طور پر ویب سائٹس، ویڈیوز، اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کا استعمال بڑھایا جائے تاکہ دین کی دعوت کو عالمی سطح پر پھیلایا جا سکے۔ اس میں مصنوعی ذہانت (AI) اور ڈیجیٹل مارکیٹنگ کے طریقوں کو اپنانا مفید ہو گا۔

یہ سفارشات داعی کی تربیت، دعوتی عمل کی بہتری، اور عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق اسلامی دعوت کے پیغام کو مؤثر طریقے سے پھیلانے کے لیے اہم ہیں۔ ان پر عمل درآمد سے دعوت کے کام میں مؤثر اور کامیاب نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات:

---

[1] القرآن، 36:16۔

Al-Qur'ān, 16:36.

[2] القرآن، 110:3۔

Al-Qur'ān, 3:110.

[3] القشيري، أبو الحسن مسلم بن الحجاج، **المسند الصحيح**، كِتَاب الْإِمَارَةِ (بيروت: دار إحياء التراث العربي، س۔ن)، رقم الحديث: 4927

Al-Qushayrī, Abū al-Ḥasan Muslim bin al-Ḥajjāj, *Al-Musnad al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Imārah (Bayrūt: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, S.N.), Ḥadīth Number: 4927

[4] بنت الاسلام، **داعی کے اوصاف** (نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، س۔ن)، 21۔

Bint al-Islām, *Dā ī ke Auṣā f* (Nayī Dehlī: Markazī Maktabah Islāmī Publishers), 21.

[5] سمرقندی، نصر بن محمد بن ابراہیم، ابو اللیث، مترجم عبد النصیر علوی، **تنبیہ الغافلین** (لاہور: مکتبۃ العلم، اردو بازار، س، ن)، 21۔

Samarqandī, Naṣr bin Muḥammad bin Ibrāhīm, Abū al-Layth, *Tanbīh al-Ghāfilīn*, trans. ʿAbd al-Naṣīr ʿAlawī (Lāhore: Maktabat al-ʿIlm, Urdu Bāzār, s.n.), -21

[6] القرآن، 207:2۔

Al-Qur’ān, 2:20.

[7]القرآن،76:9۔

Al-Qur’ān, 76: 9.

[8]القرآن،29:48۔

Al-Qur’ān, 48: 29.

[9]ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، ابو عبد اللہ، **بدائع الفوائد** (جدۃ: **مجمع الفقہ الاسلامی** 2008ء)، 61۔

Ibn Qayyim al-awziyyah, Muḥammad bin Abī Bakr, Abū ʿAbd Allāh, *Badā’iʿ al-Fawā’id* (Jaddah: Majmaʿ al-Fiqh al-Islāmī, 2008), 61.

[10]مسلم، **المسند الصحیح المسلم**، رقم الحدیث:2989

Al- Muslim, *Al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al Muslim*, Ḥadīth : 2989

[11]القرآن،44:2۔

Al-Qur’ān, 2:44.

[12]سید قطب، **افراح الروح** (بیروت، لبنان: دار ابن حزم، 2005ء)، 25–26۔

Sayyid Quṭb, *Afraḥ al-Rūḥ* (Bayrūt, Lubnān: Dār Ibn Ḥazm, 2005), 25–26.

[13]القرآن،6:18۔.

Al-Qur’ān, 18:6.

[14]البخاری، ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، كِتَابُ بَدْءِ الْوَحْيِ، (**بیروت، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع**، 1401ھ)، **رقم الحدیث**:3

Al-Bukhārī, Abū ʿAbd Allāh, Muḥammad bin Ismāʿīl, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, *Kitāb Badʾ al-Waḥy* (Bayrūt: Dār al-Fikr li-al-Ṭibāʿah wa-al-Nashr wa-al-Tawzīʿ, 1401 AH), ḥadīth no. 3.

[15]القرآن،125:16۔

Al-Qur’ān, 16: 125.

[16]القرآن،10:39۔

Al-Qur’ān, 39: 10.

[17]القرآن،111:9۔

Al-Qur’ān, 9: 111.

[18]القرآن،9:59۔

Al-Qur’ān, 59: 9.

[19]القرآن،110:3۔

Al-Qur’ān, 3: 110.

[20]المسلم، **المسند الصحیح**، كِتَاب الْإِمَارَةِ، رقم الحدیث: 4950

Al-Muslim, *Al-Musnad al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Imārah, Ḥadīth Number: 4950.

[21]القرآن،3:103۔

Al-Qur’ān, 103:3 .

[22]القرآن،44:2۔

Al-Qur’ān, 2: 44.

[23]القرآن،6:66۔

Al-Qur’ān, 66: 6.

[24]المسلم، **المسند الصحیح**، كِتَاب الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، رقم الحدیث: 7417۔

A Muslim, *al-Musnad al-Ṣaḥīḥ*, *Kitāb al-Zuhd wa al-Raqāʾiq*, ḥadīth no. 7417

[25] القرآن، 87:17۔

Al-Qur'ān, 87: 17.

[26] القرآن، 26:62۔

Al-Qur'ān, 26: 62.

[27] سید قطب شہید، **تفسیر فی ظلال القرآن** (لاہور: ادارہ منشورات اسلامی، 1997)، 5/598۔

Sayyid Quṭb Shahīd, *Tafsīr Fī Ẓilāl al-Qur'ān* (Lāhore: Idārah Manshūrāt-e-Islāmī, 1997), 5/598.

[28] القرآن، 26:217۔

Al-Qur'ān, 26: 217.

[29] القرآن، 9:129۔

Al-Qur'ān, 9: 129.

[30] القرآن، 31:19۔

Al-Qur'ān, 31: 19.

[31] القرآن، 20:44۔

Al-Qur'ān, 20: 44.

[32] المسلم، **المسند الصحیح**، کتاب البر والصلة والآداب، رقم الحدیث: 6601۔

Al-Muslim, *al-Musnad al-Ṣaḥīḥ*, *Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah wa al-Ādāb*, ḥadīth: 6601.

[33] القرآن، 3:159۔

Al-Qur'ān, 3: 159.

[34] القرآن، 6:108۔

Al-Qur'ān, 6: 108.